سیرتِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترتیب

محمد آفتاب شاہی، کشن گنج

متعلم دار العلوم سبیل الرشاد بنگلور

جماعت ششم ۱۴۴۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَقَدکَانَ لَکُم فِی رَسُولِ اللّٰہِ اُسوَۃٌ حَسَنَۃٌ (سورا حزاب)

بے شک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

لَقَد جَاءَ کُم رَسُولُ مِن اَنفُسِکُم عَزِیزٌ عَلَیهِ مَا عَنِتُم حَرِیصٌ عَلَیکُم بِالمؤمنین رَءوفٌ رَحِیمٌ (سورہ توبہ)

تمہارے پاس خود تم میں سے ایک پیغمبر آیا جس پر تمہاری تکلیف بہت شاق گزری ہے، تمہاری بھلائی کا بہت بھوکا ہے، ایمان والوں پر نہایت مہربان اور رحیم ہے۔

قرآن پاک، اسلام کے احکام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو تعلیمات انسانوں کو پہنچائی گئیں، ان کا مجموعہ ہے بحیثیت ایک عملی پیغمبر کے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارک درحقیقت قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے، جو حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتارا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کو کر کے بتایا، ایمان، توحید، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، صدقہ، خیرات، جہاد، ایثار، قربانی، عزم، صبر، شکر اور استقلال، ان کے لئے سب سے پہلے آپ نے اپنا ہی نمونہ پیش کیا۔

چند صحابی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے ام المومنین رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق اور معمولات بیان فرمائیے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جواب میں کہتی ہیں کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے؟ **کان خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم القرآن** آپ کا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا۔

قرآن الفاظ وعبارت ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اس کی عملی تفسیر

انسان کے اخلاق عادت اور اعمال کا بیوی سے بڑھ کر کوئی واقف کار نہیں ہو سکتا ۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اس وقت حضرت خدیجہؓ کے نکاح کو (۱۵) برس ہو چکے تھے اور یہ مدت اتنی بڑی ہے کہ جس میں ایک انسان دوسرے کے عادت اور طور طریقہ سے اچھی طرح واقف ہو سکتا ہے اس واقفیت کا اثر حضر خدیجہؓ پر یہ پڑتا ہے کہ ادھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے اپنی نبوت کی خبر نکلتی ہے اور ادھر خدیجہؓ کا دل اس کی تصدیق کو آمادہ ہو جاتا ہے ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نبوت کی بار گراں سے گھبراتے ہیں تو حضرت خدیجہ تسکین دیتی ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ آپ کو ہرگز تنہا نہیں چھوڑے گا کیونکہ آپ قرابت داروں کا حق پورا کرتے ہیں، مقروضوں کا قرض ادا کرتے ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں، مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں، حق کی طرف داری کرتے ہیں، مصیبتوں میں آپ لوگوں کے کام آتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام بیویوں میں حضرت خدیجہؓ کے بعد آپ کو سب سے زیادہ محبوب حضرت عائشہؓ تھی وہ گواہی دیتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی، آپ برائی کے بدلہ میں برائی نہیں کرتے تھے بلکہ معاف کر دیتے تھے، آپ گناہ کی بات سے کوسوں دور رہتے تھے، آپ نے کسی سے اپنا بدلہ کبھی نہیں لیا، آپ نے کبھی کسی غلام ،لونڈی، عورت، یا خادم، یہاں تک کہ کسی جانور تک کو بھی کبھی نہیں مارا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی کی جائز اور مناسب درخواست اور فرمائش کو رد نہیں فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ آپ نے بحیثیت ایک پیغمبر کے اپنے پیرووں کو جو نصیحت

فرمائی اس پر سب سے پہلے خود عمل کر کے دکھایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اللہ کی یاد اور محبت کی نصیحت کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں اس تلقین کا جو اثر نمایاں ہوا، وہ تو الگ چیز ہے خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کہاں تک اس کے مطابق تھی اس پر غور کرو، شب و روز میں کم کوئی ایسا لمحہ تھا جب آپ کا دل اللہ کی یاد سے اور آپ کی زبان اللہ کے ذکر سے غافل ہو، اٹھتے ، بیٹھتے، چلتے، پھرتے، کھاتے، پیتے، سوتے، جاگتے، پہنتے، اوڑھتے، ہر حال میں اللہ کا ذکر اور اس کی حمد و ثنا زبان مبارک پر جاری رہتی تھی۔ قرآن مجید نے اچھے بندوں کی تعریف کی ہے۔

الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم (سور آل عمران)

جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہر وقت اللہ کو یاد کیا کرتے ہیں، دوسری آیت میں فرمایا تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا و طمعا و مما رزقنٰھم ینفقون (سورہ سجدہ) جدا رہتی ہے ان کی کروٹیں اپنے سونے کی جگہ سے پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈر سے اور لالچ سے اور ہمارا دیا ہوا خرچ کرتے ہیں۔

یہی آپ کی زندگی کا نقشہ تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ہر وقت اور ہر لمحہ اللہ کی یاد میں مصروف رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو نماز کا حکم دیا مگر خود آپ کا کیا حال تھا؟ عام پیروؤں کو پانچ وقت کی نماز کا حکم دیا تھا، مگر خود آٹھ وقت نماز پڑھتے تھے، طلوع آفتاب کے بعد اشراق، کچھ اور دن چڑھنے پر چاشت، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشاء، پھر تہجد، پھر صبح عام مسلمانوں پر دو رکعت، مغرب۔ کو تین اور بقیہ اوقات میں چار چار رکعتیں فرض ہیں، گویا کل شب و روز میں سترہ رکعتیں ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز کم و بیش پچاس

ساٹھ رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے، حضرت عائشہؓ عرض کرتیں اللہ نے تو آپ کو ہر طرح معاف کر دیا ہے پھر آپ اس قدر کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں، فرماتے اے عائشہ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں، بدر کے معرکہ میں تمام مسلمان دشمنوں کے مقابلے میں کھڑے تھے اور خود آپ اللہ کے سامنے سجدہ ریز تھے، تمام عمر میں عموماً کوئی نماز اپنے وقت سے نہیں ہٹی اور نہ دو وقتوں کے علاوہ کبھی کسی وقت کی نماز قضا ہوئی، ایک تو غزوۂ خندق میں کفار نے نماز عصر کا موقعہ نہ دیا اور ایک دفعہ کسی اور غزوۂ کے سفر میں رات بھر چل کر تمام لوگ سو گئے تو آپ نے بعد میں نماز قضا کی اس سے زیادہ یہ کہ مرض الموت میں شدت کا بخار تھا، بہت تکلیف تھی مگر نماز، حتی کہ جماعت بھی ترک نہ ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزے کا حکم دیا

عام مسلمانوں پر سال میں تیس (۳۰) دن کے روزے فرض ہیں مگر خود آپ کی کیفیت کیا تھی؟ کوئی ہفتہ اور کوئی مہینہ روزوں سے خالی نہیں جاتا تھا، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ رکھنے پر آتے تو معلوم ہوتا تھا کہ آپ کبھی افطار نہ کریں گے، عام مسلمانوں کو دن بھر سے زیادہ روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی مگر خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال یہ تھا کبھی دو دو تین تین دن تک بیچ میں کچھ کھائے پیئے بغیر متصل روزہ رکھتے تھے، صحابہ اس کی تقلید کرنا چاہتے تو فرماتے: تم میں سے کون میرے مانند ہے؟ مجھ کو تو میرا آقا کھلاتا پلاتا ہے؛ سال میں دو مہینے شعبان اور رمضان پورے کے پورے روزوں میں گزرتے تھے، ہر مہینہ کے ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵،) میں اکثر روزہ رکھتے تھے، محرم کے دس دن اور شوال کے (۶) دن روزوں میں گزرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو زکوٰۃ و خیرات کا حکم دیا تو پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کو میں آپ کے ساتھ ایک راستہ سے گزر رہا تھا، راہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ابوذر احد کا یہ پہاڑ میرے لئے سونا ہو تو میں کبھی پسند نہ کروں گا کہ تین راتیں گزر جائیں اور اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس رہ جائے؛ البتہ یہ کہ کسی قرض ادا کرنے کیلئے کچھ رہ جائے۔ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صرف خوشنما الفاظ نہ تھے بلکہ یہ آپ کے عزم صادق کا اظہار تھا اور اسی پر آپ کا عمل تھا، بحرین سے ایک دفعہ خراج کا لدا ہو خزانہ آیا، فرمایا کہ صحنِ مسجد میں ڈال دیا جائے، صبح کی نماز کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو دیکھنے والے کہتے ہیں کہ آپ نے خزانے کے انبار کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، نماز کے بعد ڈھیر کے پاس بیٹھ گئے اور تقسیم کرنا شروع کر دیا جب سب ختم ہو گیا تو دامن جھاڑ کو اس طرح کھڑے ہوئے کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن مبارک پر کوئی غبار تھا جو پڑ گیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زہد قناعت کی تعلیم دی لیکن اس راہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرز عمل کیا تھا؟ عرب کے گوشہ گوشہ سے جزیہ خراج اور زکوۃ وصدقات کے خزانے چلے آتے تھے مگر امیر عرب کے گھر میں وہی فقر فاقہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عائشہ ؓ کہا کرتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے مگر دو وقت بھی سیر ہو کر کھانا نصیب نہ ہوا، حضرت عائشہؓ ہی بیان کرتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو گھر میں اس دن کے کھانے کیلئے تھوڑے سے جو کے علاوہ کچھ بھی موجود نہ تھا، ابن طلحہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسجد کے صحن مین لیٹے ہیں اور بھوک کی تکلیف سے کروٹیں بدل

رہے ہیں، ایک دفعہ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں فاقہ کشی کی شکایت کی اور پیٹ کھول کر دکھائے ان پر ایک ایک پتھر بندھا ہے، آپ نے شکم مبارک کھولا تو ایک کی بجائے دو پتھر بندھے ہوئے تھے، اکثر بھوک کی وجہ سے آواز میں کمزوری اور نقاہت آجاتی تھی، ایک دن دولت خانہ سے نکلے تو بھوکے تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری کے گھر تشریف لے گئے، وہ نخلستان سے کھجوریں توڑ لائے اور کھانے کا سامان کیا۔ کھانا جب سامنے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا کہ یہ فاطمہ کو بھجوادو کہ اس کو کئی روز سے کھانا نصیب نہیں ہوا ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایثار کی تعلیم دی تو ساتھ ہی ان کے سامنے اپنا نمونہ پیش کیا،

حضرت فاطمہ سے جو آپ کو محبت تھی وہ ظاہر ہے مگر انہی حضرت فاطمہ کی عسرت اور تنگدستی کا یہ عالم تھا کہ چکی پیستے پیستے، ہتیلیاں گھس گئی تھیں اور مشک میں پانی بھر بھر کر لانے کی وجہ سے سینہ پر رسیّ کے داغ پڑ گئے تھے، ایک دن انہوں نے حاضر ہو کر پدر بزرگوار سے ایک خادمہ کی خواہش ظاہر کی، ارشاد ہو، اے فاطمہ اب تک صفہ کے غریبوں کا انتظام نہیں ہوا ہے تو تمہاری درخواست کیونکر قبول ہو،، دوسری روایت میں ہے فرمایا اے فاطمہ بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے ہیں۔

اللہ پر اعتماد اور توکل بھروسہ کی شان دیکھنا ہو تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دیکھو حکم تھا،

فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل (سورہ الاحاقه) جس طرح اوالعزم پیغمبروں نے صبر اور استقلال دکھایا، تو بھی دکھا، دوسری آیت میں ہے **فاصدع بما تومر** اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حکم دیا جاتا ہے اس کو علی الاعلان سنادو۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر تمام قریش کو پکارا اور خدائے برحق کا حکم پہنچایا تو قریش نے آپ کے ساتھ کیا کیا نہ کیا؟ کس طرح اذیتیں نہیں پہنچائیں، جسم مبارک پر صحن حرم کے اندر نجاست ڈالی، گلے میں چادر ڈال کر پھانسی دینے کی کوشش کی گئی راستہ میں کانٹے بچھائے مگر آپ کے قدم راہ حق سے لغزش نہ ہوئی، ابوطالب نے جب حمایت سے ہاتھ اٹھا لینے کا اشارہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس جوش اور ولولہ سے فرمایا کہ چچا جان، اگر قریش میرے داہنے ہاتھ پر آفتاب اور بائیں ہاتھ پر ماہتاب بھی رکھ دیں تب بھی میں اس فرض سے باز نہ آؤں گا۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مع بنی ہاشم کے پہاڑی درہ (شعب ابی طالب) میں تین سال تک گویا قید میں رکھا گیا، اندر غلہ جانے کی روک تھام کی گئی تھی، بچے بھوک سے بلبلاتے تھے جو درختوں کے پتے کھا کر زندگی بسر کرتے تھے، آخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قتل کی سازش ہوئی۔ یہ سب کچھ ہوا، مگر صبر استقلال کا سرچشمہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے نہ چھوٹا، ہجرت کے وقت غار ثور میں پناہ لیتے ہیں، کفار آپ کا پیچھا کرتے ہیں اور غار کے منہ تک پہنچ جاتے ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلح قریش کے درمیان چند گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے، حضرت ابوبکرؓ گھبرا اٹھے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم دو ہی ہیں لیکن ایک تسکین سے بھری آواز آتی ہے، اے ابوبکر، ہم دو نہیں تین ہیں۔ **لا تحزن ان اللہ معنا (سورہ توبہ)** *گھبراؤ نہیں، ہمارا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔* ابوسفیان، جو بدر، احد، اور خندق، وغیرہ کی لڑائیوں کا سرغنہ تھا جس نے کتنے مسلمانوں کو قتل کرایا جس نے کتنی دفعہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا فیصلہ کیا، جو ہر آن اور ہر قدم پر اسلام کا سخت ترین دشمن ثابت ہوا، لیکن فتح مکہ سے پہلے حضرت عباسؓ کے ساتھ آپ کے سامنے آتا ہے، تو اس کا ہر جرم اس کے قتل کا

مشورہ دیتا ہے مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عفو عام ابو سفیان سے کہتا ہے، کہ ڈر کا مقام نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتقام کے جزبے سے بالاتر ہیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف اس کو معاف فرماتے ہیں بلکہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ (من دخل دار ابی سفیان کان آمنا) جو ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے گا اس کو بھی امن ہے۔

مکہ جب فتح ہوا تو حرم صحن میں، جہاں آپ کو گالیاں دی گئیں، آپ پر نجاستیں پھینکی گئیں، آپ کے قتل کی تجویز منظور ہوئی، قریش کے تمام سردار مفتوحانہ کھڑے تھے، ان میں وہ بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے، ان میں وہ بھی تھے جو آپ پر پتھر پھینکتے تھے، آپ کے راستی میں کانٹے بچھاتے تھے، وہ بھی تھے جنہوں نے آپ کے عزیزوں کا خون ناحق کیا تھا، ان کے سینے چاک کئے تھے، اور ان کے دل وجگر کے ٹکڑے کئے تھے، وہ بھی تھے جو غریب و بے کس مسلمانوں کو ستاتے تھے، آج یہ سب مجرم سرنگوں سامنے تھے، پیچھے دس ہزار خون آشام تلواریں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اشارہ کے منتظر تھیں، دفعتاً زبان مبارک کھلتی ہے، سوال ہوتا ہے قریش بتاؤ میں آج تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کروں؟ جواب ملتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تو ہمارا شریف بھائی اور شریف بھتیجا ہے، ارشاد ہوتا ہے، آج میں وہی کہتا ہوں جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقآءُ آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو۔

یہ ہے دشمنوں کو پیار کرنا اور معاف کرنا، یہ ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ اور عملی تعلیم۔ جو صرف خوش بیانیوں اور شیریں زبانیوں تک محدود نہیں بلکہ دنیا میں واقعہ اور عمل بن

کر ظاہر ہوئی ہے۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام سنتوں کو جان جان کر اس پر عمل کرنے والا بنائیں آمین۔

استفادہ از

خطباتِ مدراس (حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ)

اور دیگر کتبِ سیرت

کمپوزنگ و پروف ریڈنگ

محمد آفتاب شاہی

متعلم دار العلوم سبیل الرشاد بنگلور جماعت ششم